24800

دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۴/۳/۸۲

حضرات مفتیان کرام۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صورت مسئلہ

سید حسین صاحب نے ایک گارمنٹس کا کارخانہ شروع کیا جسمیں انہوں نے شروع میں قریب ایک لاکھ روپے لگائے پھر کچھ مہینے بعد اس کو مزید بڑھانے کے لئے بھائی بدیع عالم صاحب کو اس کارخانے کا بتایا انہیں دکھایا پھر انہوں نے بھی اس میں شرکت کا اظہار کیا اور قریب چھ لاکھ روپے اس میں بحیثیت شراکت کے بھائی سید حسین کو دیا دونوں کے درمیان یہ طے ہوا کہ جو نفع ہوگا مہینے میں وہ نصف نصف ہوگا اور کام اور کارخانہ سب بھائی سید حسین ہی اکیلے سنبھالیں گے بھائی بدیع عالم کا صرف پیسہ ہوگا اسکو شراکت کا نام دیا۔

پھر اس طرح تقریبا ایک سے ڈیڑھ سال منافع بخش کاروبار چلتا رہا دونوں اپنے اعتبار سے نصف نصف کر کے نفع لے تے رہے اسی دوران بھائی سید حسین نے بھی اپنی ذاتی رقم سے کمیٹی ڈال کر قریب پانچ لاکھ روپے کمیٹی کی رقم بھی اسی کارخانے میں لگایا پھر رفتار فتا کام کچھ کم ہونے لگا نفع کم ہونے لگا تو مشکلات ہونے لگی تو بھائی سید حسین نے مزید چند لوگوں سے پیسے لئے کاروبار میں انوسمنٹ کرنے کا کہ کر منافع دینے کا کہ کر جس کی تفصیل کچھ یوں ہیکہ

1. جناب عبد الرحیم صاحب سے ایک لاکھ روپے (انکو 50 ہزار تک منافع دیا)
2. اسی طرح بھائی عبد المنان صاحب سے ایک لاکھ روپے (انکو 3 سال تک منافع دیا)
3. اسی طرح بھائی نور عالم صاحب سے ایک لاکھ روپے (انکو بھی کچھ ماہ نفع دیئے)
4. اور بھائی انور صاحب سے ایک لاکھ روپے (انکو بھی کچھ ماہ نفع دیئے)

ان سب حضرات سے یہ کہ کر پیسے لئے کہ یہ جو مشینیں ہے (جسکی مالیت قریب ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہوگی) یہ آپ کی ہوگی اور میں ان کو کرایہ کے طور پر استعمال کروں گا اور ہر ماہ چار ہزار روپے کرایہ ادا کیا کروں گا یہ بات ہر ایک سے الگ الگ کیا ہے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ الگ الگ وقت میں کیا ہے انہی مشینوں کے عوض ہر ایک سے پیسے لئے یعنی ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ کہا کہ تمام مشینیں آپ کی ہونگی اور میں آپ کو طے شدہ کرایہ دونگا۔

پھر ایک بڑا جنریٹر کی ضرورت پیش آئی تو بھائی جلال الدین صاحب سے دو لاکھ روپے لئے جس سے ایک جنریٹر بنائیں گے جو کارخانے میں استعمال ہوگا اور ہر ماہ اس کا کرایہ دیا جائے گا (قریب چھ ماہ کرایا ادا کیا) جنریٹر بنوانے کے بعد جنریٹر کو بھائی جلال الدین صاحب کے دو لاکھ کے بدلے قرار دیا تھا اور تین ہزار روپے کرایہ ہر ماہ متعین کیا تھا۔

پھر کام ختم ہو گیا کارخانہ نقصان میں جانے لگا حتی کہ بند کرنا پڑا اب سب لوگ آگئے پیسے مانگنے کہ ہمارے پیسے ہمیں دیں دے جو کارخانے میں مشینیں تھی وہ بھائی نور عالم لے گئے

اور جو جنریٹر تھا اسکو بیچ کر جو جگہ کارخانے کی تھی اس کا کرایہ ادا کیا اور بھائی سید حسین صاحب سب ختم کر کے کسی اور کارخانے میں کام کرنے لگ گئے ان کے پاس ان لوگوں کو دینے کے لئے پیسے نہیں ہے اب انکے بیٹے کمیٹی ڈال کر جو کمیٹی کی رقم ہوگی اس سے ان لوگوں کو پیسے دے گا اب سوال یہ ہیکہ ان لوگوں نے جتنے رقم اس کارخانے میں لگایا وہ سارے دینے ہوں گے یا جو نقصان ہوا ہے اس میں یہ لوگ بھی شریک ہوں گے کس اعتبار سے ان کو ان کے پیسے ادا کیا جائے جس سے دونوں طبقے آخرت کے مواخذہ سے محفوظ ہو جائے اور یہ معاملہ دنیا میں ہی حل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر دیں۔ آمین

وضاحت: پہلے تمام مشینیں شروع میں سید حسین صاحب نے اپنے سرمائے سے خریدی تھیں۔ پھر جب بدیع عالم نے کارخانہ میں شراکت کی تو سید حسین صاحب نے مزید مشینیں خریدیں، کاریگروں کا اضافہ کیا، آرڈر والے کام آگے بڑھایا۔ مزید مشینیں بدیع عالم صاحب کے سرمایہ سے خریدی تھیں۔

مستفتی: منیر احمد رابطہ: 03072785684
HN: 724 B: 2
Gulshane bihar
orangi KHI

(جواب منسلک ہے)

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصليًا

سوال میں سید حسین صاحب کے مختلف افراد سے جو معاملات ذکر کئے گئے ہیں ان کا شرعی حکم یہ ہے:

(الف)۔۔۔سید حسین صاحب اور بدیع عالم صاحب کے درمیان شرعی لحاظ سے مضاربت کا عقد تھا، اور نصف نصف کے اعتبار سے انہوں نے جو منافع تقسیم کیا وہ بھی شرعا درست تھا، اور کاروبار میں جو نقصان ہوا ہے اگر وہ نقصان حسین صاحب کی کسی تعدی یا غفلت و کوتاہی کی وجہ سے ہوا تو وہ اس نقصان کے ضامن ہونگے اور اگر وہ نقصان انکی کسی تعدی یا کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہوا تو وہ ضامن نہیں ہونگے۔

(ب)۔۔۔"سید حسین صاحب نے چار آدمیوں (جناب عبد الرحیم، عبد المنان، نور عالم اور انور) سے مختلف اوقات میں جو ایک ایک لاکھ روپے لئے اور ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ یہ کہا کہ یہ مشینیں اس کی ہونگی اور حسین صاحب اسے ہر مہینے ان کا متعین کرایہ ادا کریں گے" اس طرح معاملہ کرنے سے اگر حسین صاحب کا مقصد انہیں مشینیں بیچ کر ان سے کرائے پر لینا تھا تو اس صورت میں پہلے شخص کو مشینیں بیچنا تو شرعا درست تھا اور وہ ان مشینوں کا مالک بھی بن گیا تھا، لیکن باقی تین افراد کو مشینیں بیچنا جائز نہیں تھا بلکہ ان کی رقم حسین صاحب کے ذمہ قرض تھی لہٰذا ہر ماہ کرائے کی مد میں انکو مخصوص رقم دینا قرض پر نفع ہوا جو سود ہونے کی وجہ سے ناجائز تھا۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ مشینوں کا اب بھی مالک وہی پہلا شخص ہے، اور کرائے کی مد میں اس نے جو رقم وصول کی ہے، وہ اسی کی ملکیت ہے، اور باقی تین افراد کی رقم حسین صاحب کے ذمہ قرض ہے، اور اب تک کرائے کی مد میں جو رقم حسین صاحب ان تینوں کو دیتے رہے ہیں وہ رقم ان تینوں کی اصل رقم سے منہا کر کے باقی رقم ان تینوں کو لوٹانا حسین صاحب کے ذمہ لازم ہے۔

اور اگر مذکورہ بالا معاملہ سے حسین صاحب کا مقصد انہیں مشینیں بیچ کر ان سے کرائے پر لینا نہیں تھا بلکہ انہیں کاروبار میں شریک کر کے ان سے لئے گئے پیسوں کا منافع طے کرنا مقصود تھا جس کے لئے انہوں نے مشینوں کے کرایہ کو بطور منافع طے کیا تو اس صورت میں مذکورہ بالا معاملہ شرعی لحاظ سے سید حسین صاحب اور ان چاروں افراد کے درمیان مضاربت کا تھا اور مضاربت میں چونکہ منافع فیصد کے اعتبار سے متعین کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ اس صورت میں منافع کو مشینوں کے کرایہ کے نام پر چار ہزار روپے کی صورت میں متعین کیا گیا تھا لہٰذا یہ عقد فاسد ہو گیا جو کہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں۔

اس صورت میں مذکورہ معاملہ کا شرعی حکم یہ تھا کہ ان چاروں افراد (جناب عبد الرحیم، عبد المنان، نور عالم اور انور) سے مختلف اوقات میں رقم لینے کے بعد ان کی رقم کاروبار میں لگانے سے جو منافع ان کی رقم کے مقابلہ میں ہوا تھا وہ سارا منافع ان میں سے ہر ایک کی رقم کے تناسب سے انہیں کا تھا اور سید حسین صاحب ان سے اجرتِ مثل لینے کے حقدار تھے، (اجرتِ مثل کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان چاروں افراد کے چار لاکھ روپے میں جو کچھ محنت کی ہے اگر

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

اس کے لئے کسی شخص کو ملازم رکھا جاتا، اور وہ یہ محنت کرتا تو اسے جو تنخواہ یا اجرت دی جاتی وہ تنخواہ یا اجرت سید حسین صاحب کو ملے گی)

لہٰذا مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق صورتِ مسئولہ میں ہر مہینے کے اعتبار سے چاروں افراد جو کرایہ بطور منافع وصول کرتے رہے ہیں وہ سارا کرایہ اگر ان چاروں کی رقم سے حاصل ہونے والے منافع کے برابر تھا تو ایسی صورت میں یہ چاروں سید حسین صاحب سے مزید منافع کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتے، البتہ سید حسین صاحب ان چاروں افراد سے اپنے کام کی اجرتِ مثل لینا کا حق رکھتے ہیں۔

اور اگر وہ سارا کرایہ ان چاروں کی رقموں سے حاصل ہونے والے منافع سے کم تھا تو اس صورت میں سید حسین صاحب کی اجرت مثل منہا کرنے کے بعد اگر ان کی رقم سے حاصل ہونے والے منافع میں سے کچھ منافع بچتا ہو تو سید حسین صاحب پر لازم ہے کہ وہ بقیہ منافع ان چاروں افراد کو ان کی رقم کے تناسب سے واپس کریں۔

تاہم اب تک جو معاملات ہو چکے ہیں اگر ان میں نفع اور اجرتِ مثل کی تعیین اور ان کی تقسیم مذکورہ بالا طریقہ پر مشکل ہو تو تمام شرکاء باہمی رضامندی سے اب تک ملنے والے نفع پر صلح کرسکتے ہیں یعنی جس شخص کو جتنا کرایہ بطور نفع ملا وہ اسی کو قبول کرلے اور کمی بیشی معاف کردے، ایسا اگر ان سب شرکاء کی رضامندی سے ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

اس صورت میں کاروبار میں جو نقصان ہوا اس میں حسین صاحب کے ضامن ہونے نہ ہونے کی وہی تفصیل ہے جو (الف) میں گزر چکی ہے۔

(ج)۔۔۔سید حسین صاحب نے جلال الدین صاحب کا جو جنریٹر بیچا، اگر جلال الدین صاحب نے حسین صاحب کو بیچنے کی اجازت دی تھی یا معلوم ہونے پر انہوں نے رضامندی ظاہر کردی تھی تو اس صورت میں حسین صاحب نے جنریٹر جس قیمت پر بیچا ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اتنی قیمت جلال الدین صاحب کو دیں۔

درر الحكام في شرح مجلة الأحكام (۳/ ۴۵۷)

المادة (۱۴۲۶) - (استحقاق رب المال للربح هو بماله فلذلك يكون جميع الربح له في المضاربة الفاسدة ويكون المضارب بمنزلة أجير المثل لكن لا يتجاوز المقدار المشروط حين العقد ولا يستحق أجر المثل أيضا إن لم يكن ربح) استحقاق رب المال للربح هو بماله.
انظر المادة (۱۴۲۷)

.وقد ذكر هذا في شرح المادة الآنفة وعليه فبما أن المضاربة الفاسدة كالإجارة الفاسدة فيكون جميع الربح له أي لرب المال في المضاربة الفاسدة؛ لأن الاستحقاق للربح إنما حصل بعقد المضاربة ولما كان عقد المضاربة فاسدا فلا يستحق المضارب الربح، وإنما كانت الإجارة فاسدة لعدم وجود العقد الصحيح المفيد للإجارة (تكملة رد المحتار) ويكون المضارب بمنزلة أجيره فيأخذ أجر المثل بدل عمله؛ لأنه لم يرض العمل مجانا ويكون المضارب عاملا لرب المال والربح الذي شرط له كأجرة عمله فإذا فسدت المضاربة تظهر معنى الإجارة ولا يستحق الربح؛ لأن الربح إنما يكون في المضاربة الصحيحة (مجمع الأنهر)

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

درر الحكام في شرح مجلة الأحكام (٣/ ٤٥٨)

[(المادة ١٤٢٧) إذا تلف مقدار من مال المضاربة]

المادة (١٤٢٧) - (إذا تلف مقدار من مال المضاربة فيحسب في بادئ الأمر من الربح ولا يسري إلى رأس المال، وإذا تجاوز مقدار الربح وسرى إلى رأس المال فلا يضمنه المضارب سواء كانت المضاربة صحيحة أو فاسدة) . إذا تلف مقدار من مال المضاربة بلا تعد فيحسب في بادئ الأمر من الربح ولا يسري إلى رأس المال؛ لأن الربح تابع ورأس المال أصل فينصرف الهالك إلى التابع (مجمع الأنهر)

أما إذا تلف بتعدي المضارب فيلزم الضمان والقول في الربح والخسران للمضارب مع اليمين ولا يلزم على المضارب بيان الربح والخسار مفصلا كما أن القول للمضارب في الضياع وفي الرد لرب المال

درر الحكام في شرح مجلة الأحكام (١/ ٤٠٤)

أقسام الإجازة: الإجازة ثلاثة أقسام:

القسم الأول: الإجازة بالقول وذلك بأن يقول صاحب المال لدى علمه ببيع الفضولي: قد أجزت، أو يقول للفضولي: أصبت أو أصبت توفيقا، أو إذا كنت صحيحا فأنا راض بالبيع، أو أجزت البيع على أن يكون جادا بقوله وليس بهازل ويفهم الهزل من عدمه بالقرائن وإذا لم يكن ثمة قرينة ترجح أحدهما فيرجح الجد؛ لأنه هو الأصل.

القسم الثاني: الإجازة بالفعل، وتكون بقبض صاحب المال الثمن كله، أو بعضه، أو بطلبه له، أو بكتابته سندا فيه على المشتري، أو بهبته إلى المشتري، أو تصدقه عليه به...واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمد اویس سیالکوٹی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
5/دسمبر/2019ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفراللہ لہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۱۲/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
۱۰/دسمبر/2019ء

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفی عنہ
۱۲-۴-۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
۱۲/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود الحسن عفی عنہ
۱۰/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
۱۱/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ
۱۲/۴/۱۴۴۱ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۸۷/۲۱۳۱